مطالعہ قرآن حکیم

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانفال

آیات ۱۵۔۔۔۱۶

اَحْمَدُہٗ وَاُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ○

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ
الْاَدْبَارَ○ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا
اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَھَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ○۱۶

صدق اللہ العظیم

"اے ایمان والو! جب کبھی کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ باقاعدہ فوج کشی کی صورت میں ہو تو ہرگز انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ۔ اور جو کوئی اُن کو پیٹھ دکھائے گا، سوائے اس کے کہ جنگی چال کے طور پر پینترا بدلنا مقصود ہو یا کسی دوسرے گروہ سے جاملنا مطلوب ہو، تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے!"

اِن آیاتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو قتال فی سبیل اللہ کے موقع پر کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کا تاکیدی حکم بھی ہوا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر شدید سزا کی وعید بھی وارد ہوئی ہے۔

واضح رہنا چاہیے کہ اسلام صرف عام معنوں میں ایک مذہب ہی نہیں ہے جو صرف دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت یا تزکیہ و تربیت پر اکتفا کرتا ہو بلکہ وہ ایک مکمل دین ہے جو پوری انسانی زندگی کو بجملہ انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں سمیت اپنے حیطۂ اقتدار میں لینا چاہتا ہے۔ اور یہ وہ مقصد ہے جس کے حصول کے لیے جلد یا بدیر باطل کی قوتوں سے ٹکراؤ ناگزیر ہوتا ہے اور بالآخر مُسلّح تصادم کی نوبت

بھی آکر رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم جہاد یعنی باطل سے کشمکش کو تو ایمان کا عین لازمی اور ناگزیر نتیجہ قرار دیتا ہے بلغوائے الفاظ قرآنی :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (الحجرات : ۱۵)

"حقیقی مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں بایں طور کہ شک باقی نہ رہے اور جہاد کریں اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سمیت۔ بس یہی لوگ سچے ہیں!"

رہا قتال فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں نقدِ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جنگ میں حاضر ہو جانا تو قرآن کی رُو سے یہ اسلام کے نظامِ حکمت و اخلاق میں بلند ترین نیکی یعنی "SUMMUM BONUM" یا خیرِ اعلیٰ یعنی "HIGHEST VIRTUE" ہے بلغوائے الفاظِ قرآنی :

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصّف : ۴)

"اللہ تو محبوب رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں جنگ کریں ایسے صف بستہ ہو کر گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔"

آیاتِ زیرِ درس میں یہی بات منفی اسلوب میں ادا کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ جان بچانے کی خاطر میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ایسے شخص کو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں جان و مال زیادہ عزیز ہیں اور آخرت کے مقابلے میں دنیا محبوب تر ہے۔ گویا ایمان کا دعویٰ صرف زبانی اقرار تک محدود ہے، دل نورِ ایمان سے خالی اور دولتِ یقین سے محروم ہے۔ لہٰذا ایسا شخص عذابِ خداوندی کا مستحق ہے اور اس کا اصل مقام جہنّم ہے۔ جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے!!

آیاتِ زیرِ درس قرآنِ حکیم کی فصاحت و بلاغت اور ایجاز و اختصار کی ایک نہایت اعلیٰ اور درخشاں مثال ہیں، اس لیے کہ چند گنے چُنے الفاظ میں جہاں وعید کا پہلو پوری شدت کے ساتھ نمایاں ہو گیا ہے، وہاں استثناء کی جملہ صورتوں کا بھی حد درجہ جامعیّت کے ساتھ احاطہ ہو گیا۔ اس ضمن میں سب سے پہلا قابلِ توجہ لفظ "زحف" ہے جس کے لغوی معنی پاؤں گھسیٹ کر آہستہ آہستہ چلنے کے ہیں، جیسے وہ شخص چلتا ہے جس پر بہت بوجھ لدا ہوا ہو۔ اس سے یہاں مراد باقاعدہ فوج کشی ہے جس سے

حکمِ وعید صرف باقاعدہ فوج کشی کی صورت سے متعلق رہ گیا اور چھاپہ مار دستوں کا معاملہ اس سے خود بخود خارج ہو گیا۔ اس لیے کہ باقاعدہ فوج کشی، اور چھاپہ مار جنگ کے مابین فرق و تفاوت زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ چھاپہ مار جنگ کا تو اصول ہی یہ ہے کہ غنیم پر اچانک حملہ کیا جائے اور اسے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر بجلی کی سی سرعت کے ساتھ پسپائی اختیار کر لی جائے اس سے پہلے پہلے کہ وہ سنبھل کر جوابی وار کر سکے۔ دَورِ جدید میں کمانڈوز کا طریقِ جنگ اور گوریلا WARFARE اسی کی ارتقاء یافتہ و منظم اور پوری دنیا میں مسلّم صورتیں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس طریقِ جنگ میں تو حملہ کے بعد فوری پسپائی اس کے عین مزاج اور بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا یہ صورت آیاتِ زیرِ درس میں وارد شدہ وعید سے مستثنیٰ ہے۔ باقاعدہ فوج کشی کے لیے "زحف" کے لفظ کا استعمال بھی فصاحت و بلاغت کی معراج ہے، اس لیے کہ چھاپہ مار دستے اپنے مفوّضہ فرائض کی مناسبت سے ہلکے پھلکے سامان سے لیس ہوتے ہیں تاکہ اُن کی تیزی سے حرکت کرنے کی صلاحیت یعنی MOBILITY برقرار رہے اور اس میں بوجھل سامان رکاوٹ نہ بنے۔ جبکہ باقاعدہ فوج جب حرکت کرتی ہے تو پورے سازوسامان کے ساتھ اور رسد وغیرہ کے پورے بندوبست کے ساتھ کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی رفتار سست ہوتی ہے، اور یہی لفظ "زحف" کا اصل مفہوم ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ حیاتِ نبویؐ کے دوران پہلی باقاعدہ جنگ میدانِ بدر میں ہوئی۔ اس سے قبل آنحضورؐ چھاپہ مار دستے روانہ فرماتے رہے تھے، جن کا مقصد قریش کے تجارتی راستوں کو مخدوش بنانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ وعید پہلے نازل نہیں ہوئی، بلکہ غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی۔

باقاعدہ فوج کشی اور باضابطہ جنگ کی صورت میں بھی دو قسم کی پسپائیوں کو اس مقام پر وارد شدہ وعید سے مستثنیٰ کر دیا گیا یعنی وہ پسپائی جو مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ ہو یا مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ ـــــ 'حرف' کہتے ہیں ایک کنارے، ایک جانب یا ایک پہلو کو ــ گویا 'متحرّف' وہ شخص ہے جو ایک طرف یا ایک کنارے کی جانب ہو جائے۔ اور اس میں مکمل تصویر ہے اس شخص کی جو کسی دُوبدُو مقابلے میں دشمن کے وار کو خالی کر دینے کے لیے پینترا بدل کر ایک جانب کو ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس صورت میں کبھی بالکل گھوم جانا بھی ہو سکتا ہے اور اُس کے دَوران ایک بار پیٹھ بھی غنیم کی جانب ہو سکتی ہے لیکن اس میں اصل مقصد گھوم کر وار کرنا اور مقابلہ جاری رکھنا ہوتا ہے نہ کہ جان بچا کر بھاگ

جانا جسے محاورہ میں پیٹھ دکھانا کہتے ہیں ۔ بالکل اسی طرح کبھی پوری فوج کی نقل وحرکت بھی کسی فوری جنگی چال کے پیشِ نظر ایسی نوعیت کی ہوسکتی ہے کہ جو بظاہر پسپائی بلکہ فرار نظر آئے۔ لیکن اگر یہ پسپائی پورے نظم وضبط کے ساتھ سپہ سالار کے فرمان کے مطابق اور جنگ جاری رکھنے کے عزمِ مصمم کے ساتھ ہو اور اس میں جان بچا کر بھاگ جانا پیشِ نظر نہ ہو تو فطری طور پر یہ صورت بھی متذکرہ وعید سے مستثنیٰ ہوگی۔ اسی طرح "حوز" کا مادّہ عربی زبان میں کسی چیز کے کسی دوسری چیز کے ساتھ جا ملنے اور جڑ جانے کے لیے آتا ہے۔ گویا "مُتَحَيِّز" وہ شخص یا گروہ ہے جو کسی اور شخص یا گروہ کے ساتھ جا کر مل جائے۔ باقاعدہ جنگ کی صورت میں اس کا اطلاق اس پر ہوگا کہ اگر دشمن کی طاقت ہر نسبت و تناسب سے متجاوز ہو جائے تو بغیر اس کے کہ بھگدڑ کی صورت ہو منظم پسپائی یعنی ORDERLY RETREAT کی شکل میں اہلِ ایمان کی نفری کو بچا کر دشمن کے نرغے سے نکال لایا جائے تاکہ وہ اپنے مرکز یا BASE کی جانب سمٹ کر اپنی بڑی جمعیت سے جا ملے اور مقصد یہاں بھی محض جان بچانا نہ ہو بلکہ از سرِ نو حملہ آور ہونا ہو۔ آیات زیرِ درس میں اس قسم کی پسپائی کی بھی اجازت وارد ہوئی ہے اور اُسے بھی وعید سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں ایک دقّت یہ پیش آسکتی ہے کہ اصل فیصلہ کُن معاملہ انسان کی نیّت اور اُس کے حقیقی ارادے کا ہے جس پر حتمی حکم لگانا ممکن نہیں ہوتا۔ اور دیکھنے والے کو شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ صورت "تَحَرُّف للقتال" یا "تحيُّزً اِلٰی فِئَةٍ" کی نہیں ہے بلکہ "فرار عن الموت" کی ہے۔ چنانچہ بالکل یہی صورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دوران غزوۂ مُوتہ کے موقع پر پیش آئی تھی، کہ مسلمانوں کا لشکر کل تین ہزار پر مشتمل تھا اور ادھر شرحبیل بن عمر ایک لاکھ کے ساتھ مقابلے پر آیا۔ ظاہر ہے کہ مقابلے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور یہ صرف ذوقِ شہادت تھا جس کی سرشاری میں مسلمان اُن سے بھڑ گئے، چنانچہ یکے بعد دیگرے تین جلیل القدر صحابہ کمان کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بعد میں عَلَم حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ آیا اور انہوں نے نہایت مہارت کے ساتھ مسلمانوں کو رومیوں کے غلبے سے نکال لیا۔ اب جب یہ لشکر مدینہ واپس پہنچا تو بہت سے مسلمانوں نے ان کو فراری قرار دیا، اور بجائے اظہارِ غمخواری وہمدردی کے ان کے سروں پر خاک ڈالنی شروع کر دی۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باوجود کہ خود آپ کو حضرت زید ابن حارثہ، حضرت عبد اللہ ابن رواحہ،

اور حضرت جعفر طیّار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسی عظیم شخصیتوں کی شہادت پر حد درجہ صدمہ پہنچا تھا، لوگوں کے اس قول کی تردید فرمائی اور تسلّی آمیز انداز میں ارشاد فرمایا: "تم لوگ فراری نہیں ہو بلکہ دوبارہ حملہ کر لے کی نیّت سے پیچھے ہٹ آنے والے ہو ـــــ الغرض اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرنے والوں کا صرف جان بچانے کی خاطر میدانِ جنگ سے فرار تو بدترین گناہ ہے، جس کی سزا بھی سخت ترین ہے یعنی حوالۂ جہنّم ہونا ـــــ لیکن اس سے مستثنیٰ ہیں تین صورتیں: ایک یہ کہ معاملہ باقاعدہ جنگ کا نہ ہو بلکہ مہم ہی چھاپہ مار نوعیّت کی ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی وقت پیچھے ہٹ آنا محض ایک جنگی چال کے تحت ہو یعنی یہ پسپائی TACTICAL MOVE کی نوعیّت کی ہو نہ کہ بھگدڑ کی اور تیسرے یہ کہ کسی وقت لشکرِ اسلام کے تحفّظ کے لیے منظّم پسپائی یعنی ORDERLY RETREAT ناگزیر ہو جائے ـــــ اور یہ باقاعدہ کمانڈر کے حکم کے تحت ہو۔ واللہ اعلم

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○

بقیہ: حکم و عبر

علیحدہ سے بیعت کر کے تنظیم میں شرکت اختیار کر لی)

یہ امریکہ میں میرے اس سفر کا آخری پروگرام تھا جو انگریزی محاورے کے مطابق Last But Not The Least کا مصداق ثابت ہوا۔ اسی رات کو JFK ایئرپورٹ سے پیرس کے لئے روانگی ہو گئی۔ اور اس طرح ۳۷ دنوں پر محیط اس "مشقِ سخن" کے ساتھ "چکی" کی بجائے مسلسل سفر کی مشقت اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے دوران اگر کوئی خیر بن آیا تو یہ سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور تائید و نصرت کا مظہر ہے اور اگر کوتاہی ہوئی تو اپنی کم ہمتی اور کم کوشی کے باعث۔ بہرحال اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعیٔ جمیلہ کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ اور کوتاہیوں اور غلطیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔